بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹرنیشنل

اکتوبر ۲۰۲۱ء

صفر/ربیع الاوّل۔۱۴۴۲ھ

ALLAH IS WITH US

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؑ مُدعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہار دہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر

شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ ایمان کو باغ سے مشابہت (اسلامی اصول کی فلاسفی قسط۔۲۳	۲
۲: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ ہمارا کام دین وملّت کی خدمت ہے	۳
۳: کلام گورونانک۔ خُدا کے نام میں محو ہونے	۶
۴: کلامِ علوی۔ جہانِ آرزو	۶
۵: قولِ سیدہ عاسہر ضی اللہ عنہا کی وضاحت	۶

اعلان

لاہور احمدیہ کمیونٹی کی طرف سے تمام مسلمان بھائیوں کو ہماری طرف سے عید میلادِ نبی کی بہت بہت مُبارک ہو۔ آئیں ہم عہد کریں کہ ہم اپنے پیارے نبی کے تمام احکامات پر عمل کریں گے۔ مثلاً امت کا اتحاد قائم رکھنے کے لئے آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کو کافر کہتا ہے تو کفر اُلٹ کر کہنے والے پر پڑتا ہے۔

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube: shorturl.at/foF02

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-تدبر القرآن اردو

۱۹۳۰-Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ-انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۴:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین-انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(قسط-۲۳ صفحہ ۹۲ تا ۹۵)

مرتب ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں۔

اِیمان کو باغ سے مُشابہت

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (البقرۃ:۲۵) یعنی جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل بجالاتے ہیں وہ ان باغوں کے وارث ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

اس آیت میں خُدا تعالیٰ نے ایمان کو باغ کے ساتھ مشابہت دی۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ پس واضح رہے کہ اس جگہ ایک اعلیٰ درجہ کی فلاسفی کے رنگ میں بتلایا گیا ہے کہ جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے۔ پس جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا اگر ایمان ہو اور اعمال نہ ہوں تو وہ ایمان ہیچ ہے۔ اور اگر اعمال ہوں اور ایمان نہ ہو تو وہ اعمال ریاکاری ہیں۔ اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اِس دُنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظِلّ ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملے گی۔ بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے اور ہر ایک سے آکر اِنسان کو ملے گی بلکہ اِنسان کی بہشت اِنسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے اور ہر ایک کی بہشت اسی کا ایمان اور اسی کے اعمالِ صالحہ ہیں جن کی اِسی دنیا میں لذّت شروع ہوجاتی ہے اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں۔ اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن عالم آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہوں گے۔ خُدا تعالیٰ کی پاک تعلیم ہمیں یہی بتلاتی ہے کہ سچا اور پاک اور مستحکم اور کامل ایمان جو خُدا اُس کی صِفات

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہوگا۔

۴. بُمطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیّع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

اوراس کے ارادوں کے متعلق ہے وہ بہشت خوش نما اور بار آور درخت ہے اوراعمالِ صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ مثلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ابراھیم:۲۴) ۔ تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ (ابراہیم:۲۵) یعنی وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط تفریط اور نقص اور خلل اور کذب اور ہزل سے پاک اور من کل الوجوہ کامل ہو۔ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو۔ جس کی جڑھ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں اور اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہو۔ اور کوئی وقت اس پر نہیں آتا کہ اس کی شاخوں میں پھل نہ ہوں۔ اس بیان میں خدائے تعالیٰ نے ایمانی کلمہ کو ہمیشہ پھل دار درخت سے مشابہت دے کر تین علامتیں اس کی بیان فرمائیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جڑھ اس کی جو اصل مفہوم سے مراد ہے انسان کے دل کی زمین میں ثابت ہو یعنی انسانی فطرت اور انسانی کانشنس نے اس کی حقانیّت اور اصلیّت کو قبول کر لیا ہو۔

(۲) دوسری علامت یہ کہ اس کلمہ کی شاخیں آسمان میں ہوں یعنی معقولیت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور آسمانی قانونِ قدرت جو خُدا کا فعل ہے اس فعل کے مطابق ہو۔ مطلب یہ کہ اس کی صحت اور اصلیّت کے دلائل قانونِ قدرت سے مستنبط ہو سکتے ہیں اور نیز یہ کہ وہ دلائل ایسے اعلیٰ ہوں کہ گویا آسمان میں ہیں ۔ جن تک اعتراض کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ وہ پھل جو کھانے کے لائق ہے دائمی اور غیر منقطع ہو۔ یعنی عملی مزاولت کے بعد اس کی برکات و تاثیرات ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مشہور اور محسوس ہوتی ہوں۔ یہ نہیں کہ کسی خاص زمانہ تک ظاہر ہو کر پھر آگے بند ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (ابراھیم:۲۶) یعنی پلید کلمہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو زمین میں سے اُکھڑا ہوا ہو یعنی فطرت انسانی اس کو قبول نہیں کرتی اور کسی طور سے وہ قرار نہیں پکڑتا۔ نہ دلائل عقلیہ کی رُو سے نہ قانون قدرت کی رُو سے اور نہ کانشنس کی رُو سے۔ صرف قصہ اور کہانی کے رنگ میں ہوتا ہے۔

(فہرست مضامین)

۱۵ شعبان ۱۳۴۸ھ ۱۷ جنوری ۱۹۳۰ء

ہمارا کام دین وملت کی خدمت ہے

حضرت مولانا محمد علیؒ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیناؒ نے ذیل کی آیات تلاوت کیں۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۔ ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى۔ (۳۸:۵۳-۴۱)

ترجمہ: ”کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں، مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے۔ اور کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

اور پھر آپؒ نے فرمایا۔ کہ ان آیات میں مسلمانوں کو ایک ایسے امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس کے بغیر کوئی قوم زندگی کی جدوجہد سے عُہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ اور انسان کو وہی نتیجہ ملتا ہے جو وہ کوشش کرے۔ اور کوشش کا نتیجہ ملتا بھی ضرور ہے۔ اور نتیجہ بھی پورا پورا ملتا ہے۔ کام اور محنت کے چند یہی اصول ہیں۔ اور یہ ایسے پختہ اور محکم اصول ہیں۔ کہ کوئی انسان یا کوئی قوم ان سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اصول خواہ کتنا ہی بلند ہو، مگر نتیجہ اسی قدر نکلے گا، جس قدر کوشش کی جائے گی۔ یہ کبھی نہیں ہوا۔ کہ ایک شخص خواہ حق پر ہی ہو، لیکن بغیر کوشش کے وہ کامیاب ہو جائے۔ خُدا کا یہ اٹل قانون ہے۔ کہ بغیر کوشش کے کچھ نہیں ملتا۔

پچھلے جمعہ میں مَیں نے بیان کیا تھا کہ ہمارا نصب العین خدمتِ اسلام ہے۔ لیکن نصب العین مقرر کرنے سے اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، جب تک کہ قوّت عمل سے پورا کام نہ لیا جائے۔ واقعات بھی ہمیں یہی بتاتے ہیں۔ کہ نصب العین، خواہ کیسا ہی بلند اور دل خوش کن ہو، مگر نتیجہ صرف محنت اور کوشش ہی سے ظہور میں آئے گا۔ کام ہی دنیا میں بڑی چیز ہے، مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص میں خواہ وہ غریب ہو یا امیر، جوان ہو یا بوڑھا، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ایک کمی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ اور وہ کمی محنت اور جدوجہد کی کمی ہے۔ قوتِ عمل کی کمی ہے۔ مسلمان اگر دنیا میں ذلیل نظر آ رہے ہیں، تو نہ اس لئے کہ

ان میں کام کرنے کی قابلیت نہیں۔ قابلیت تو ہے مگر کام کرنے کی ذہنیّت اور کام کا جذبہ ان میں نہیں۔ آپ تمام مسلمانوں اور بالخصوص طلباء کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالئے۔ وہاں بھی آپ کو یہی کیفیّت نظر آئے گی۔ مسلمان طلباء اس قدر محنتی نہیں، جس قدر کہ دوسری قوموں کے نوجوان ہیں۔ مسلمانوں کا دماغ بھی اچھا ہے۔ لیکن جب محنت سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے، تو اچھا دماغ کیا کر سکتا ہے؟ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ گذشتہ سالانہ جلسہ سے پہلے میں نے متواتر جمعوں میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی، کہ ہمیں کچھ کام کر کے دکھانا چاہئے۔ میرا روئے سخن جماعت کے تمام افراد کی طرف تھا۔ خواہ وہ لاہور کے ہوں یا بیرونجات کے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے، کہ بہتوں نے کام کرنے کی وہ آمادگی نہیں دکھائی، جس کی ان سے توقع تھی!

بعض لوگ ایک منظم جماعت کے اندر اس قسم کی بے پروائی کو دیکھ کر مایوس سے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے ایک دفعہ کہا، کہ فلاں جماعت میں کام کرنے کا زیادہ جوش پایا جاتا ہے۔ ہم ان میں کیوں شامل نہ ہو جائیں! مَیں اس بات کو مانتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں عام طور پر قوتِ عمل کی کمزوری کی بیماری پائی جاتی ہے۔ اور ہماری جماعت میں بھی ہے۔ مگر ہمیں اس بیماری کو دُور کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ ایک دوسری بیماری میں اپنے آپ کو ڈال لیں۔ اگر یہی خیال درست ہوتا، پھر چونکہ آریہ سماج میں یا عیسائیوں میں مسلمانوں سے زیادہ جوش کام کرنے کا پایا جاتا ہے، تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر آریہ سماج یا عیسائیوں میں چلے جائیں! علاوہ ازیں میں اس بات کو بھی نہیں مانتا کہ ہماری جماعت میں قوتِ عمل کسی دوسری جماعت سے کم ہے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ میں اس معاملہ میں اپنی جماعت کو ممتاز اور افضل دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ بات صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے، کہ ہماری جماعت کے ہر فرد میں بیداری اور حرکت پائی جائے۔

تحریک عامہ بڑی چیز ہے۔

اسی پر قوموں اور جماعتوں کے مستقبل کا انحصار ہے۔ میں نے پچھلے سال اپنے دوستوں سے درخواست کی تھی کہ اپنے بچوں اور بیویوں کے دلوں میں قوتِ عمل کا جذبہ پیدا کریں۔ اور اس کے متعلق عملی تجویز پیش کی تھی، کہ خواہ عورت ہو یا بچہ، وہ کچھ نہ کچھ اپنے ہاتھ سے ضرور مالی یا جسمانی قربانی کریں۔ اس سے نہ صرف قوم کی مجموعی طاقت میں ترقی ہو گی، بلکہ ہمارے بچوں اور عورتوں میں قوّت عمل کی نشوونما ہو گی۔ بچے سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ کوئی ۱۲ آنے دیتا ہے، کوئی ایک روپیہ، کوئی دو روپے، کوئی اس سے بھی زیادہ۔ اگر اس رقم میں اسلام کی خدمت کے لئے ایک یا دو آنہ کی رقم شامل کر دی جائے، تو اس سے عظیم الشان نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور نقصان کچھ بھی نہیں۔ کوئی آنہ نہ دے سکے تو پھر روپیہ ہی سہی۔ مگر اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں کچھ قربانی کرنا سیکھے۔ تاکہ اس کی سوئی ہوئی قوت بیدار ہو۔

مسلمانوں میں سوئی ہوئی قوت کی مقدار بہت زیادہ ہے۔

ہمیں اس قوت کو بیدار کرنا چاہئے۔ ہمیں اس سے پورا کام لینا چاہئے۔ جمعہ کے دن صندوقچی کی تجویز بڑی مفید ہے۔ آپ اس میں ایک آنہ ڈالئے۔ دو پیسہ ڈالئے۔ ایک پیسہ ڈالئے، مگر کچھ نہ کچھ ضرور ڈالئے۔ ایسی باتیں بظاہر چھوٹی چھوٹی اور بے حقیقت معلوم ہوتی ہیں، لیکن ان سے بہت بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ جلسہ سے پیشتر میں نے بار بار آپ سے درخواست کی تھی۔ کہ اگر جماعت کا ہر ایک فرد بیس روپے کی رقم فراہم کرے، تو اس سے بڑی کامیابی ہو سکتی ہے۔ دیکھئے! آپ میں سے بعض نے توجہ کی، محنت سے کام لیا اور اس کی بدولت دس ہزار سے زیادہ روپیہ جمع ہو گیا۔ بیس روپے کی تحریک میں لاہور کے بعض دوستوں نے اچھا کام کیا ہے۔ خُداوند کریم انہیں جزائے خیر دے۔ البتہ اس تصویر کا یہ پہلو قابلِ افسوس ہے۔ کہ جماعت کے دو تہائی حصّہ نے اپنی قوتِ عمل سے کام نہیں لیا۔ اگر سب مل کر کام کرتے، تو تیس ہزار مطلوبہ رقم کا جمع ہو جانا کچھ بھی مشکل نہ تھا! مگر جلسہ کے نکل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ روپیہ کی فراہمی کا کام ختم ہو گیا ہے۔ ضرورت ابھی باقی ہے۔ اور کام کرنے والوں کے لئے اب بھی وقت ہے۔ اور یہ کام کرنے کی قوّت اگر نشوونما پائے گی، تو بالآخر خود آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے مفید ہو گی۔

جس تحریک میں قوتِ عمل کو بیدار نہ کیا جائے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں نے، دس سال ہوئے، خلافت کی تحریک کو سامنے رکھا۔ یہ تحریک اس قدر دلکش تھی، کہ گھروں کے اندر عورتیں اور بچے اس سے متاثر ہوئے۔ اللہ اکبر کے نعروں نے ان میں ایک خاص جوش پیدا کر دیا۔ لیکن عملی پہلو سے یہ تحریک ناکام رہی۔ آپ خوش قسمت ہیں۔ کہ اس صدی کے مجدد نے جس کام پر آپ کو لگایا ہے، وہ بہترین کام ہے۔ مگر قوتِ عمل کو کام میں لائے بغیر، یہاں بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ کام کے لئے ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا

چاہئے کہ میرے بغیر کام نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت یہ کیفیت ہے، کہ ہر ایک سمجھتا ہے، کہ اگر میں نہ کروں گا، تو کیا بگڑ جائے گا؟ یہ خیال ہماری جماعتی اغراض و مقاصد کو جس قدر سخت نقصان پہنچا رہا ہے، اس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے!

ہم اگر کام کرنا چاہیں، تو ہمارے لئے بہت سے کام ہیں۔ ہر شخص کو اپنے اپنے رنگ مین کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہئے۔ مثلاً ایک کام ہمارے رسم و رواج کی اصلاح کا ہے۔ محض لیکچر دینے سے کام نہیں چلے گا۔ قرآنِ کریم نے رسوم کی زنجیروں کا نام اغلال رکھا ہے۔ رسول کا ایک بہت بڑا یہی کام ہے۔ کہ وہ رسوم کی ان زنجیروں کو، جو قوموں کو جکڑ رکھتی ہیں، کاٹتا ہے۔ رسم و رواج کی اصلاح کی تحریک میں عورتیں مردوں سے زیادہ کام کر سکتی ہیں۔ اس لئے میں انہیں بالخصوص اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ وہ معاشرتی اصلاح کے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکتی ہیں۔ اصلاح کا کام بڑا کٹھن کام ہے۔ اور اصلاحی کوششیں صرف اسی صورت میں امید افزاء نتائج پیدا کر سکتی ہیں، کہ کام مسلسل کیا جائے۔ ہمیں کسی صورت میں کام سے بیزار نہیں ہونا چاہئے۔ اور نہ ہمت ہارنی چاہئے۔ اپنی قوم کو کام کرنے والا بناؤ۔ مسلمانوں کے سروں پر رسم و رواج کا بھوت اس قدر سوار ہے، کہ جب انہیں فضول اور تباہ کن رسموں کے مٹانے کا مشورہ دیا جاتا ہے، تو ان کی زبان سے۔ "ہماری ناک کٹتی ہے،" "ہمیں ارمان نکالنے ہیں" کے الفاظ سنے جاتے ہیں! ایک مسلمان کی زبان پر ایسے الفاظ سخت قابلِ افسوس ہیں۔ اسلام ہم سے یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ایک سیدھی سادہ زندگی بسر کریں۔ آتشبازی کی تباہ کن رسم کو لیجئے۔ جس کا اظہار شب برأت کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ غریبوں، مسکینوں اور ناداروں نے اس پر کتنا روپیہ تباہ کیا! بیوہ عورتوں کے بچے بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی بربادی کا سامان خریدتے ہیں۔ اور کھانے کے لئے روٹی نہ ہو، پہننے کو کپڑا نہ ہو، مگر آتشبازی ضرور آئے گی! اس جُرم کے ارتکاب کی ذمہ داری بڑوں پر عائد ہوتی ہے، جو اپنے بچوں کو اس بُری حرکت سے نہیں روکتے۔ بلکہ ان کو اس غرض کے لئے پیسے دے کر ان کے معاون ہوتے ہیں۔

ایک اور اصلاح، جس کے بغیر مسلمان قوم زندہ نہیں رہ سکتی، یہ ہے کہ مسلمان قوم میں عصبیت پیدا ہو۔ یعنی ہمارے تمام کاروبار میں پہلے اپنی قوم مدنظر ہو۔ اس کے بغیر افلاس دُور نہیں ہو سکتا۔ ہمارا افلاس اس خطرناک حالت کو پہنچا ہوا ہے کہ تیرہ کروڑ روپے سالانہ سُود، پنجاب کے مسلمان زمیندار، ساہو کاروں کو ادا کرتے ہیں۔ اور بارہ کروڑ سالانہ سے پنجاب کی گورنمنٹ چل رہی ہے۔ سُود کی لعنت بھی اسی رسم و رواج سے پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ ہم اسراف کرتے ہیں۔ اور سُود پر قرض لے کر رسم و رواج کو پورا کرتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ ایک اور مصیبت ہے۔ کہ مسلمان قوم میں تجارت پیشہ نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی کمائی کا سارا روپیہ دوسروں کی جیبوں میں جاتا ہے! جو کچھ ایک مسلمان کماتا ہے، وہ ضروریات زندگی کے لئے دوسروں کی نذر کرتا ہے۔ اس کے کھانے کا سامان دوسروں سے آتا ہے، پہننے کا کپڑا دوسروں سے ملتا ہے، اور مکان بنانے کا سامان دوسروں سے وہ لیتا ہے! ایک مسلمان جب بازار میں سودا لینے جاتا ہے، تو اس کی نظر لے دے کر ہندو پر ہی پڑتی ہے۔ مسلمان تاجر موجود ہو، تو پھر اُسے چھوڑ کر ہندو کی طرف جاتا ہے۔ مسلمان اہل مقدمہ کو وکیل کی ضرورت ہو، تو بھی اس میں قومی عصبیّت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ خیال نہیں آتا کہ میں اپنی بیمار قوم کو مقدّم کروں۔ وہ دوسروں کی جیب بھرتا ہے۔ مسلمان وکیل اس کی شکایت تو کرے گا، لیکن خود جب بازار میں سودا لینے جائے گا، تو وہی کام کرے گا، جس کے لئے وہ دوسرے کو ملامت کرتا ہے!

کیا تم نے کبھی غور کیا ہے؟ کہ تمہاری قوم کا روپیہ کہاں جا رہا ہے؟ تمہاری قوم افلاس کی بیماری میں مبتلا ہے۔ بیمار کے لئے پرہیز چاہئے۔ ہم ہندوؤں کا بائیکاٹ نہیں کرتے۔ لیکن ہماری اس رواداری کے باوجود ہندو ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ مال کو خُدا نے زندگی کا موجب بنایا ہے۔ جس طرح خون سے انسان کی زندگی ہے۔ ہماری بیمار قوم کا خون نکلا جا رہا ہے، مگر ہم پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ اگر ہم اپنے غریب بھائی سے کم قیمت کا کپڑا خرید لیں گے، تو کیا نقصان ہو گا! بلکہ سادگی سے ہی قوت عمل میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمان اپنی کمائی کا کم سے کم ایک کروڑ روپیہ یومیہ ہاتھ جوڑ کر لالہ جی مہاراج کے سامنے پیش کرتے ہیں! لالہ جی خانصاحب کو شادی بیاہ کے موقعہ پر روپیہ پیسہ سے پوری مدد دیتے ہیں۔ اور جب خاں صاحب قرضہ اور سود کی رقم ادا نہیں کر سکتے، تو وہی لالہ جی خانصاحب کے خلاف قرقی کے وارنٹ جاری کراتے ہیں! مسلمانوں کو قرض اور سود کی بلا سے بچانا بھی ایک بہت بڑا کام ہے۔

(پیغامِ صلح۔ ۲۳ جنوری ۱۹۳۰ء)

(فہرست مضامین)

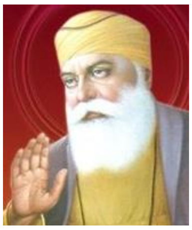

کلام گورونانک

پوڑی-------۱۰

خُدا کے نام میں محو ہونے اور سننے سے سچ، صبر اور گیان حاصل ہوتا ہے۔

جو خُدا کا نام سننے میں محو ہوا اسے اڑسٹھ مقاماتِ مقدّسہ کے غسل کا ثواب حاصل ہوا۔

جس نے خُدا کے نام کا سنا اور پڑھا اسے عزت و مرتبہ حاصل ہوا۔

جو خُدا کا نام لیتا ہے وہ آسانی سے اس ذات کے تصوّر میں محو ہو جاتا ہے۔

گورونانک دیو فرماتے ہیں کہ عابد ہمیشہ سرور اور سکون کی حالت میں رہتے ہیں اور اُن کے تمام دُکھ اور پاپ ختم ہو جاتے ہیں۔

ਸੁਣਿਐ ਸਤੁ ਸੰਤੋਖੁ ਗਿਆਨੁ ॥
ਸੁਣਿਐ ਅਠਸਠਿ ਕਾ ਇਸਨਾਨੁ ॥
ਸੁਣਿਐ ਪੜਿ ਪੜਿ ਪਾਵਹਿ ਮਾਨੁ ॥
ਸੁਣਿਐ ਲਾਗੈ ਸਹਜਿ ਧਿਆਨੁ ॥
ਨਾਨਕ ਭਗਤਾ ਸਦਾ ਵਿਗਾਸੁ ॥
ਸੁਣਿਐ ਦੂਖ ਪਾਪ ਕਾ ਨਾਸੁ ॥ ੧੦ ॥

سُنیئے سَت سنتوکھ گیان
سُنیئے اٹھ سٹھ کا اِسنان
سُنیئے پڑھ پڑھ پاوو مان
سُنیئے لاگے سہج دھیان
نانک بھگتاں سدا وِگاس
سُنیئے دُکھ پاپ کا ناس ۔۔

(فہرست مضامین)

جہانِ آرزو

مرے دل کا ہر اک ذرہ پریشان ہوتا جاتا ہے۔
جہانِ آرزو ریگ و بیاباں ہوتا جاتا ہے۔
گُلوں کی چاکِ دامانی کچھ ایسا رنگ لائی ہے۔
ہمارا چاکِ دامن بھی گریباں ہوتا جاتا ہے۔
ہماری آبلہ پائی نشانِ راہِ منزل ہے۔
جہاں پر پاؤں پڑتے ہیں چراغاں ہوتا جاتا ہے۔
(کلام علوی)

(فہرست مضامین)

قولِ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وضاحت

(نوٹ:- یہ مضمون تحریکِ ختم نبوت کے ایک ممبر نے ہمیں بھیجا ہے۔ میں نے اُن سے رابطہ کر کے اُن سے یہ مضمون النور میں شایع کرنے کی اجازت طلب کی اور ساتھ ہی جماعت احمدیہ لاہور کا تعارف بھی کروایا۔ مضمون میں کچھ سخت کلامی بھی ہے لیکن اِس تنقید سے بچنے کی خاطر کہ ہم نے قطع برید کر کے مضمون کر کے چھاپا ہے اِس کو ایڈٹ نہیں کیا گیا۔ جہاں ہمارے دوست نے لفظ مرزائی استعمال کیا ہے اُس سے اُن کی مراد قادیانی جماعت ہیں۔ اُن کا روئے سُخن جماعت احمدیہ لاہور کی طرف نہیں اسلئے کہ یہ جماعت حضرت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور ۱۲۵ سال سے یہ جہاد کر رہے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور یہ کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں، نیا اور نہ پُرانا۔ جہاں ہمیں اپنے دوست سے اختلاف ہے وہاں میں نے ایک فٹ نوٹ دے دیا ہے۔ شاہد عزیز)

اللہ کے آخری نبی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مرفوع، متصل اور صحیح احادیث مختلف کتب احادیث میں موجود ہیں جنکے اندر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "لانبی بعدی" میرے بعد کوئی نبی نہیں،(یہ الفاظ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۴۵۵، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۸۴۲ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۴۰۴ میں اور حضرت ثوبان بن بجدادرضی اللہ عنہ نے سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۲۱۹ ، سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۵۲ اور مستدرک حاکم میں حدیث نمبر ۸۳۹۰ میں صحیح اسناد کے ساتھ بیان کی)

جب خود نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ الفاظ فرمائے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی کہے کہ "لانبی بعدی" نہ کہو؟ اور کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واضح اور صریح الفاظ کے بعد کسی صحابی کی طرف منسوب علم اصول احادیث کی رو قابل قبول رہ جاتی ہے؟ جس میں کسی صحابی کا اپنا قول فرمان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ٹکراتا ہو؟ ہرگز نہیں! بلکہ اصول حدیث ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مرفوع متصل صحیح حدیث کے مقابلے میں اگر کسی صحابی کا اپنا قول چاہے بظاہر متصل اور صحیح سند کے ساتھ بھی ملے تو حدیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے اسے قبول نہیں کیا جائے گا، چہ جائیکہ وہ قول غیر مستند ہو!

مرزائی دھوکے باز اور شعبدہ باز ہمیشہ دجل وفریب دیتے رہتے ہیں، انہیں وہ احادیث نبویہ نظر نہیں آتی یا وہ دیکھنا نہیں چاہتے جنکے اندر خود خاتم الانبیاء نے فرمایا" لانبی بعدی" انہیں اگر کسی کتاب سے غیر مستند بات نظر آجائے جو کسی صحابی کی طرف منسوب ہو تو وہ اس کو اچھال اچھال کر دھوکے دیں گے-

ایسا ہی ایک دھوکہ یہ دیا جاتا ہے کہ "امام جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر در منشور میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا صرف یہ کہا کرو کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیین ہیں اور یہ مت کہا کرو کہ "لانبی بعدی "یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں"

اگرچہ امام سیوطیؒ نے اسی جگہ اس سے پہلے متعدد مستند اور صحیح روایات لکھی ہیں جو مرزائی عقیدہ کو پاش پاش کرتی ہیں، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب اس قول کے بعد وہیں امام سیوطی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی ذکر کیا ہے جسکے اندر اس بات کی وضاحت ہے کہ "لانبی بعدی کیوں نہ کہا کرو وہ اس وجہ سے تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ نہیں آنا" لیکن مرزائی اس روایت کا ذکر نہیں کریں گے[1] !

آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب یہ قول سند اور علم اصول حدیث کے مطابق صحیح ہے؟

تفسیر در منشور میں امام سیوطیؒ نے خود تو اس روایت کی کوئی سند نہیں بیان کی، وہاں منف ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیا ہے، جب ہم نے مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف رجوع کیا تو وہاں اس کتاب کے مختلف نسخوں اور ایڈیشنوں میں اس روایت کی سند مختلف ہے، پرانے زمانے کے نسخوں میں اس روایت کی سند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے راوی کا نام "جریر بن حازم" ہے یعنی جریر بن حازم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی اور راوی نہیں ہے، بعد میں کچھ نسخوں میں اس روایت کی سند میں "جریر بن حازم" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان مزید راوی "محمد" کا اضافہ ہے (جس سے مراد مشہور تابعی محمد بن سرین رحمتہ اللہ علیہ ہے)

مصنف ابن ابی شیبہ کے جن ایڈیشنوں میں راوی جریر بن حازم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور راوی نہیں ہے وہاں یہ روایت منقطع ٹھہرتی ہے- کیونکہ " یہ جریر بن حازم تقریباً ۹۰ ہجری میں پیدا ہوئے" (بحوالہ تہذیب التہذیب جلد ا ص ۲۹۵) اور "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات تقریباً ۵۸ ہجری میں ہو چکی تھی"، اس طرح جریر بن حازم تو پیدا ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تقریباً ۳۰ سال بعد ہوئے، لہذا ایسا ممکن ہی نہیں کہ انہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہو، اسی وجہ سے یہ روایت ناقابل اعتبار ہے !

مصنف ابن ابی شیبہ کے دوسرے نسخوں میں جن میں جریر بن حازم کے بعد ایک راوی "محمد" کا ذکر ہے اس سے مراد تابعی محمد بن سرینؒ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ محمد بن سرین کی ملاقات بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں اور نہ ہی انہوں نے کوئی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سُنی ہے، مشہور امام جرح وتعدیل ابن ابی حاتم لکھتے ہیں "ابن سرين لم يسمع من عائشة شيئاً" ابن سرین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سُنا (کتاب المراسیل لابن ابی حاتم صفحہ ۱۸۸)

یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی نقل کی ہے (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۵۸۷) اس طرح ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب یہ روایت منقطع یا مُرسل ہے- اور اصول احادیث کی رُو سے قابل اعتبار نہیں، بلکہ مرفوع اور متصل احادیث کے ہوتے ہوئے مردود اور ناقابل اعتماد ہے-

پھر مزے کی بات ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: لايبقى بعدی من النبوة الا المبشرات، قالو يارسول الله وماالمبشرات ؟ قال: الرؤيا الصالحة يراها الرجل أو ترى له "میرے بعد مُبشرات کے علاوہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں، صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مُبشرات کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا "نیک آدمی جو خواب "دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے- (مسند احمد جلد ۶ ص ۱۲۹)

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل فرمائی اور اس میں صاف طور پر بیان فرمادیا گیا کہ نبوت کے اجزاء میں سے صرف ایک جز نیک اور سچے خواب ہی باقی ہیں اور کچھ نہیں !

" یاد رہے نبوت اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک نبوت کے تمام اجزاء جمع نہ ہوں- صرف سچے اور نیک خواب کو کوئی بھی احمق نبوت نہیں کہتا

[1] ہمیں اس سے اختلاف ہے- اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ نیا اور نہ پُرانا-

جیسا کہ ایک ٹائر کو کوئی احمق گاڑی نہیں کہتا بلکہ گاڑی کا ایک جُز کہا جاتا ہے" ۔

ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کی، دوسری طرف انکی طرف منسوب ایک غیر مستند قول جسکی سند کو کوئی دنیا کا مرزائی مربی متصل ثابت نہیں کر سکتا۔

نیز عائشہ صدیقہ ہی آنحضرت ﷺ سے مرفوعاً روایت فرماتی ہیں:

مَیں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم مساجد الانبیاء ہے۔"(کنز العمال بحوالہ دیلمی، ابن نجار اور بزار)

اس کے علاوہ قادیانی اسی حدیث کے حوالے سے ان بزرگوں کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں کہ عالم بے بدل حضرت ابن قتیبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول آنحضرت ﷺ کے فرمان 'لا نبی بعدی' کے مخالف نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا مقصد اس فرمان سے یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔(تاویل مختلف الاحادیث صفحہ ۲۳۶)

محدث اُمّت امام محمد طاہر گجراتی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول 'لا نبی بعدی' کے منافی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہیں ہو گا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے۔(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یہاں بھی قادیانی دھوکہ دیتے ہیں اور ان بزرگوں کی پوری بات درج نہیں کرتے۔ دونوں بزرگوں کی مکمل عبارتیں درج ذیل ہیں۔[2]

کتاب تاویل مختلف الحدیث میں ابن قتیبۃ نے اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے اس قول کی توجیح مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

وأما قول عائشة رضي الله عنها:"قولوا لرسول الله صلّى الله عليهِ وسلّم خاتم الأنبياء، ولا تقولوا لا نبي بعده"، فإنها تذهب إلى نزول عيسىٰ عليه السلام، وليس هذا من قولها، ناقضا لقول النبي صلّى الله عليهِ وسلّم: "لا نبي بعدي" لأنه أراد: لا نبي بعدي، ينسخ ما جئت به، كما كانت الأنبياء صلى الله عليهم وسلّم تبعث بالنسخ، وأرادت هي: "لا تقولوا إن المسيح لا ينزل بعده"

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین کہو اور یوں نہ کہو کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ہے اور یہ قول آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث "لا نبی بعدی" کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی نبی نہیں آئے گا جو میری شریعت کو منسوخ کر دے جیسا کہ انبیاء علیہ السلام سابق شرع کو منسوخ کرنے کے لیے مبعوث کئے جاتے تھے، جب کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم یہ نہ کہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بعد میں نہ آئیں گے۔

جیسا کہ مکمل عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا لا نبی بعدہ کہنے سے منع فرمانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے یقیناً ہو گا اور "حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں" کے الفاظ کے عموم کے اعتبار سے عوام کو شبہ اور وہم کو دور کرنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعض اوقات ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

تکملہ مجمع البحار کی پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

في حديث عيسىٰ أنه يقتل الخنزير ويكثر الصليب و يزيد في الحلال، أي يزيد في حلال نفسه بأن يتزوج ويولد له، كان لم يتزوج قبل رفعه إلى السماء فزاد بعد الهبوط في الحلال فحينئذ يؤمن كل أحد من أهل الكتاب لليقين بأنه بشر، وعن عائشة: قولوا: إنه خاتم الأنبياء، ولا تقولوا: لا نبي بعده، وهذا ناظر إلى نزول عيسىٰ، وهذا أيضًا لا ينافي حديث: لا نبي بعدي، لأنه أراد لا نبي ينسخ شرعه۔

اس قول کے بعد وہیں امام سیوطیؒ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی ذکر کیا ہے جسکے اندر اس بات کی وضاحت ہے کہ "لا نبی بعدی کیوں نہ کہا کرو وہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا کہ "آپؐ کو خاتم الانبیاء تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد نبی نہیں آئیگا" نزولِ عیسیٰؑ کے تناظر میں ہے[3]

(فہرست مضامین)

ہمارا عقیدہ

آنحضرت ﷺ آخری نبی تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نبی اور نہ پُرانا۔

[2] حضرت عائشہ سے منسوب کردہ یہ روایت کسی حدیث کی کتاب میں نہیں اور جیسا کہ ہمارے دوست نے لکھا ہے یہ کہ علم حدیث اس کو رد کرتا ہے تو پھر ہمیں کسی مزید تاویل کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اس مزید بحث کی ضرورت نہیں تھی لیکن مضمون کو من وعَن شائع کرنے کے لئے اس کو ہم اسی طرح شائع کر رہے ہیں جس طرح ہمیں موصول ہوا ہے۔ ہماری رائے میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ یہ حدیث متواتر نہیں بات ختم ہو جاتی ہے۔

[3] یہ ہی بات قادیانی کہتے ہیں کہ اُن کے اور اہلسنت دوستوں کے عقائد ایک ہی ہیں اور اختلاف صرف آنیوالے نبی کے نام پر ہے کہ وہ نبی ایک پُرانا نبی ہو گا یا ایک نیا نبی!